عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ غزالی

رمضان ۱۴۳۹ھ / جون ۲۰۱۸ء

Reg No. P476

جلد: شش دھم

شمارہ: ۱۰

فہرست

فی شمارہ : -/20 روپے

سالانہ بدل اشتراک : -/250 روپے

ملنے کا پتہ : پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

رسالہ جاری کروانے اور بذریعہ موبائل ترسیلِ زر کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں 0313 979 2537

تمام گزشتہ شمارے ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔

physiologist72@hotmail.com | www.darwaish.org | akhun82@gmail.com

بیان

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم۔ انتخاب: جناب دل جان صاحب، لکی مروت)

انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شخصیت کی سب سے پہلی بات یہ ہوتی ہے کہ وہ عملی نمونہ ہوتے ہیں۔ جو بات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کرتے ہیں وہ کر کے دکھاتے ہیں۔ فلاسفروں، ریفارمروں اور لیڈروں کی طرح نہیں ہوتے کہ بات دوسروں کے کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام عملی طور پر اپنے قول کو کر کے دکھاتے ہیں اور اس کا عملی نمونہ ہوتے ہیں۔ ہمیشہ بات اس آدمی کی چلا کرتی ہے جو خود عامل ہو، خود عمل کر رہا ہو۔ اللہ اور رسول کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اللہ وہ ذات ہے جس نے بھیجا رسول کو۔ یعنی عملی نمونہ آپ کے پاس بھیج دیا۔ وہ عملی نمونہ آپ کے سامنے عملی چیز کو پیش کرے گا اور عملی چیز آپ کو دے گا۔ عملی چیز عمل چاہتی ہے اور عملی چیز بغیر عمل کے اپنی تاثیر نہیں دکھاتی۔ ڈاکٹر سے آپ نسخہ لیں اور اس کو استعمال نہ کریں تو تاثیر نہیں دکھا رہا۔ نسخہ کتنا ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو تاثیر کیوں نہیں دکھا رہا؟ تاثیر اس لئے نہیں دکھا رہا کیونکہ اس پر عمل نہیں ہو رہا۔ پھر عمل کی بھی ترتیب ہے۔

ایک دفعہ میرے ساتھ اس طرح ہوا کہ ایک مہمان آ گیا، رات ٹھہرا، صبح جب میں مہمان والے غسل خانے میں گیا تو سلفر لوشن پڑا ہوا تھا۔ ان دنوں افغانی نئے نئے آئے تھے۔ ان کے ساتھ Scabies کی بیماری (سکیبیز یعنی جلد کی خارش) آئی ہوئی تھی۔ میں نے کہا یا اللہ خیر! سکیبیز کا مہمان تو ہمارے گھر میں آ گیا۔ اللہ کی شان مجھے سکیبیز شروع ہو گئی۔ کتاب میں بیماریوں کے بارے میں جو لکھا ہوا ہوتا ہے یہ ترتیب ہر آدمی کے لئے اس طرح نہیں ہوتی۔ پرانے زمانے کے Signs & Symptoms (علامات اور نشانیاں) اس بیماری کے جو تھے اس زمانے میں پانی کی بہت قلت تھی، صابن نہیں تھا اور صفائی ستھرائی کم تھی۔ جو آدمی نہاتا دھوتا ہو، وضو وغیرہ کرتا ہو

تو اس میں سکیبیز کی علامات بہت مختلف ہیں۔ ایک دو مہینے تو تشخیص ہی نہیں ہو سکتی۔ آپ کو ایک اور عجیب بات بتاؤں۔ Nervous system جسم کو کنٹرول کرتا ہے۔ جس جگہ کا نروس سسٹم کمزور ہو اس جگہ کا عضوء (Organ) کمزور رہتا ہے۔ میں تراویح میں کھڑا ہوتا تھا تو میری دائیں ران کی یہ جگہ (اس جگہ اشارہ فرمایا) سن ہو جاتی تھی، L5 اور S1 کے درمیان میری Nerves (اعصاب) کمزور ہیں۔

خیر مجھے سکیبیز کی سخت خارش اور زخم ران کی اسی جگہ پر ہوا جس کی نروز کمزور ہیں۔ میں جلد کی بیماری کے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ کے پاس چلا گیا، وہ میرا بے تکلف دوست تھا، اس نے کہا آج ہمارے قبضے میں آ گئے ہو، اللہ کا احسان ہے میں کبھی ان کے قبضے میں نہیں آتا۔ انھوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ یہ تو سکیبیز ہے اور ہر کسی کو پتا ہے کہ اس کا علاج دوائی سکیبیال لوشن ہے، لیکن علاج کی ایک ترتیب ہے، وہ مجھ سے صحیح سنو گے اور اس پر عمل کرو گے تب فائدہ ہوگا، اور ترتیب یہ ہے کہ پہلے دن صابن سے خوب نہا دھو کر لوشن سارے جسم پر لگاؤ گے یہاں تک کے انگلیوں کے ناخنوں کے اندر کر کے اور پاؤں کی انگلیوں کے نیچے بھی لگاؤ گے۔ عام طور پر لوگ صرف وہاں لگاتے ہیں جہاں تکلیف ہو۔ اس نے مزید کہا کہ نماز کے لئے وضو کرتے ہو یا کھانے کے لئے ہاتھ دھوتے ہو تب تو اُن دھلی ہوئی جگہوں پر پھر لوشن لگاؤ گے۔ دوسرے اور تیسرے دن پھر اس طرح کرو گے اور چوتھے دن نہا دھو کر، کپڑے بدل کر، سارے بستر وغیرہ بدل کر سب کھولتے ہوئے پانی میں ڈالنے ہوں گے۔ میں نے کہا اچھا۔ اگر آپ نے مریض کو دوائی لکھ کر دے دی اور استعمال کرنے کو کہا لیکن یہ ترتیب نہ سمجھائی تو نسخہ کہاں کامیاب ہوگا۔ تو بھائی عملی چیز عمل چاہتی ہے اور پھر عمل بھی چاہتی ہے ایک خاص ترتیب پر۔ عمل اگر ترتیب پر نہ ہو تو پھر نتائج حاصل نہیں ہوں گے۔

ڈاکٹر قیصر علی صاحب نے کہا کہ ایک دینی مدرسے والوں نے مجھ سے اپنی عمارت کا

نقشہ بنوایا۔ سٹرکچر ڈیزائن تو مجھ سے کروایا لیکن تعمیر کے لئے ایک مستری کو بلایا تا کہ طالبات کے بیٹھنے کا ایک عارضی کمرہ بنا کر دے۔ اس نے ایک لمبا سا کمرہ بنا کر دے دیا جس کے درمیان میں ایک بیم بغیر کسی پلر کے دے دیا۔ جب پلستر کرنے کے لئے مزدور چھت پر چڑھے تو چھت مزدوروں کے بوجھ سے ہی نیچے گر گئی۔ شکر ہے اس وقت طلبہ نہیں تھے۔

هُوَالَّذِىٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ

(اللہ وہ ہے جس نے بھیجا رسول ہدایت اور حق دین کے ساتھ)

عمل کے لئے جذبہ چاہئے۔ اگر جذبہ ہوا تو آدمی بغیر جبر کے اور بغیر پریشانی کے عمل کر سکتا ہے اور اگر جذبہ نہ ہو تو آپ بہت کوشش کر لیں، وہ بے وضو ہی نمازیں پڑھتا رہے گا۔ میں دو سال کے لئے لاہور ٹریننگ کے لئے چلا گیا، اس اثناء میں خیبر میڈیکل کالج میں ایک نیا ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ آ گیا۔ اس نے ڈیپارٹمنٹ میں روزہ کھانا شروع کر دیا۔ ہمارے ڈیپارٹمنٹ کے لوگوں نے کہا: ''وار اوکہ یو زل حاجی صاحب راشی، بیا بہ گورو'' یعنی میرا کہا کہ وہ آ جائے پھر اس کو ٹھیک کریں گے۔ میری واپسی ہوئی تو مجھ سے کہنے لگے: ''غٹ پٹ سڑے دے او روجی نہ نسی'' کہ ہٹا کٹا آدمی ہے اور روزے نہیں رکھ رہا۔ میں نے جواب دیا کہ روزہ جان کی قوت سے نہیں رکھا جاتا بلکہ یہ تو ایمان کی قوت سے رکھا جاتا ہے۔ لہٰذا جذبہ چاہئے پھر عمل آسان ہو جاتا ہے۔ جذبہ ماتحت ہوتا ہے یقین کا، کہ آپ کو نفع اور ضرر کا یقین کس جگہ سے ہے، کس جگہ سے آپ نفع اور ضرر سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہم لا الٰہ الا اللّٰہ کا ذکر کراتے ہیں جس میں لا نافع الا اللّٰہ، لا ضار الا اللّٰہ (اللہ کے علاوہ کوئی نفع دینے والا نہیں، اللہ کے علاوہ کوئی ضرر دینے والا نہیں) کی مشق کراتے ہیں کہ دل میں ایمان جمے اور پکا ہو۔

انسان کی مجبوری ہے کہ نفع اور ضرر کے پیچھے جاتا ہے۔ اس لئے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام جو ہدایت لے کر آتے ہیں وہ محنت کے بعد اس یقین کو قلب میں پیدا کرتی ہے کہ تیرا نافع

اللہ پاک ہے، تیرا ضار اللہ پاک ہے، تیرے سارے مسائل اللہ پاک کے پاس اٹکے ہوئے ہیں۔ساری دنیا کی چیزیں اسباب ہیں، یہ چیزیں جو تاثیریں دکھاتی ہیں یہ ان کی ذاتی نہیں ہیں، یہ اللہ کے امر سے تاثیر دکھاتی ہے۔اگر اللہ چاہے اور اپنے امر کو پیچھے سے ہٹا دے تو تاثیر ختم ہو جائے گی۔ایک مرید ڈاکٹر صاحب کا پیغام آیا کہ سلسلے میں بیعت ہوں، اذکار کرتا ہوں، ساری باتیں ہو رہی ہیں لیکن جب بیمار ہو جاؤں تو دم، دعا کے بجائے دارو، دوا سے زیادہ تسلی ہوتی ہے۔اسے میں نے لکھا کہ ایک اسباب مادی ہیں، کھانا ہے، پینا ہے، کپڑا ہے، آگ ہے، دوا ہے، علاج ہے، اور ایک اسباب روحانی ہیں، دم ہے، دعا ہے، اللہ پاک کے حضور گڑگڑانا ہے، اللہ سے مانگنا ہے، یہ اسبابِ روحانی ہیں۔اسبابِ مادی اسبابِ روحانی کے محتاج ہیں۔جبکہ اسبابِ روحانی اسبابِ مادی کے محتاج نہیں ہیں۔

اس میں علماء نے لکھا ہے کہ ایک اسباب حقیقی ہیں اور ایک اسباب ظنی ہیں۔اب کوئی آدمی کہتا ہے کہ میں کھانا نہیں کھاتا، اللہ پاک پالنے والا ہے، تو ایسی بات نہیں ہے۔اللہ پاک ہی پالتا ہے، انسان کھانے سے نہیں پلتا، لیکن کھانے کو اللہ پاک نے اسبابِ حقیقی میں سے بنا کر بھیجا ہے کہ میرا عملِ ربوبیت اس سے ظاہر ہوگا۔اس کے خلاف انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ہاتھ پر بطور معجزہ ہوسکتا ہے، اولیاء اللہ کے ہاتھ پر بطورِ کرامت ہوسکتا ہے، لیکن عمومی طور پر اسباب سے ہی ہوگا۔

اس لئے بزرگ کہتے ہیں کہ اسباب نہ ہوں اور آدمی توکل کرے، یہ تو آسان ہے اور اسباب ہوں اس کے باوجود توکل کرے، یہ مشکل ہے۔ایک لطیفہ بزرگ سناتے ہیں کہ ایک آدمی بازار جارہا تھا، کسی نے پوچھا کدھر جارہے ہو، اس نے جواب دیا بازار جارہا ہوں۔پوچھا کس لئے جارہے ہو؟ اس نے کہا کپڑا خریدنے۔پوچھنے والے نے کہا کہ ان شاء اللہ تو کہہ لو۔اس نے جواب دیا، ماشاء اللہ، ان شاء اللہ کی کیا ضرورت ہے، پیسے میرے پاس ہیں اور کپڑا

دکان میں ہے، جانا ہے اور کپڑا خریدنا ہے اور بس۔ (معاذ اللہ) اس میں ان شاء اللہ کی کیا ضرورت ہے۔ وہ آدمی گیا بازار، کپڑے کا سودا کیا، جب جیب میں ہاتھ ڈالا تو جیب کٹا ہوا تھا، پیسے نہیں تھے۔ خالی ہاتھ واپس لوٹ آیا۔ راستے میں پھر وہی شخص ملا۔ اس نے پوچھا کیا حال ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ اس نے جواب دیا: ''ان شاء اللہ میں بازار گیا، ان شاء اللہ میں کپڑا خریدنا چاہتا تھا، ان شاء اللہ میں نے سودا کیا، ان شاء اللہ جیب میں ہاتھ ڈالا، ان شاء اللہ جیب کٹا ہوا تھا۔'' اب ہر بار ان شاء اللہ کہا لیکن جو کہنے کا وقت تھا وہ اس نے ضائع کر دیا۔ جب گولی بندوق سے نکل جائے اس وقت اس کی تاثیر ہی دیکھنی چاہیئے، گولی نکلتے ہی وقت تو گزر گیا۔

اسی پر ایک اور واقعہ یاد آیا۔ ہمارے خیبر تدریسی ہسپتال میں ایک ڈاکٹر صاحب نے آپریشن کے لئے مریض کو لٹایا اور نشہ دیا۔ کمپاؤنڈر نے کہا کہ جناب مریض کو نشہ ہو گیا ہے بسم اللہ کریں۔ اس نے کہا: ''چھوڑو یار! بسم اللہ پڑھو یا شیطان کا نام پکارو اس کا کیا فرق پڑتا ہے۔'' اس نے Thyroid gland (یہ گردن میں آگے کو ایک غدود ہوتا ہے) کا آپریشن کرنا تھا۔ اس نے جو چاقو چلایا تو بڑی شہ رگ ہی کاٹ دی۔ بس پھر کیا تھا ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا Vascular Surgeon (رگوں کے سرجن) کو بلاؤ، ان کو بلایا گیا، انھوں نے کہا کہ پہلے تو ہنسلی کی ہڈی (Clavicle) کو توڑو، اس کے بغیر ہم کام نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ہنسلی کی ہڈی کو توڑا گیا پھر انھوں نے اپنا کام کیا۔ پھر Orthopaedic (ہڈیوں والے) سرجن کو بلایا گیا کہ اس ہڈی کو جوڑیں۔ یوں دو (۲) سرجنوں کے سامنے اللہ نے اس کو شرمندہ کیا۔ پہلے کارڈیو ویسکولر والوں کے سامنے جنھوں نے شہ رگ کا کام کیا، پھر آرتھوپیڈکس والوں کے سامنے جنھوں نے ہنسلی کی ہڈی کا کام کیا، اور یہ منہ لٹکائے انھیں دیکھتا رہا۔

ہمارے بزرگوں نے ایک بہت عجیب واقعہ سنایا تھا۔ دو واقعات مجھے یاد آئے بہت دلچسپ ہیں۔ ایک اس طرح ہوا کہ ایک آدمی تھا دہریا (خدا کی ہستی کا انکار کرنے والا)، اس

نے مرغی پکڑی اوراس کی ٹانگیں ایک پیر کے نیچے رکھیں اور پر دوسرے پیر کے نیچے، گردن اس کی پکڑی اور چھری اس کے اوپر رکھ کر کہا کہ اپنے اللہ کو بلاؤ نا کہ اب اس کو مجھ سے بچائے۔ یہ بات کہنی تھی کہ پھڑک کر مرغی اس کے پیروں سے نکل گئی۔ ساتھ ہی انٹوں کا ایک قافلہ جا رہا تھا، یہ اس میں گھس گئی۔ یہ آدمی اس کے پیچھے دوڑا، آدمی کو ٹھوکر لگی اور گر گیا۔ اونٹ نے پیٹ پر پیر رکھ لیا۔ اونٹ کا کوئی معمولی وزن تو نہیں ہوتا، اس کا وہیں کام تمام ہو گیا۔ اسباب میں ظہور اللہ کے امر سے ہوتا ہے لیکن کام ہوتے اسباب سے ہیں۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک دہریا ایک دانہ ہاتھ میں اچھال رہا تھا اور طنزاً کہہ رہا تھا کہ یہ دانہ کس کی قسمت میں ہے۔ ایک اللہ والے بزرگ ادھر سے گزر رہے تھے۔ انھوں نے دھیان کیا اور کہا کہ یہ دانہ حیدر آباد، دکن کے ایک مرغے کی قسمت میں ہے۔ اس وقت یہ سارا ہندوستان تھا، اس دہریے نے قہقہہ لگا کر کہا: ''اس کو دیکھو! میں اس کو کھا رہا ہوں اور یہ کہتا ہے کہ یہ حیدر آباد دکن کے مرغے کی قسمت میں ہے۔'' اس نے وہ دانہ منہ میں ڈالا، چھینک آئی اور وہ دانہ اس کی ناک میں اندر کی طرف سے گھس کر پھنس گیا۔ اس کے لئے مصیبت بن گئی۔ دن گزرنے سے مصیبت اور بڑھ گئی۔ جتنا وہ دانا پھولتا جاتا اتنی ہی مصیبت بڑھتی جاتی۔ اس اللہ والے نے جس بات کا تذکرہ کیا تھا وہ بھول بھال گئی۔ کسی نے بتایا کہ حیدر آباد دکن میں ایک بہت ماہر حکیم صاحب ہیں اور مشکل بیماریوں کا علاج کر لیتے ہیں۔ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق پہنچا اس حکیم کے پاس۔ حکیم صاحب نے اس کو دیکھا، ایک دوائی دی جس سے اسے ایک زوردار چھینک آئی اور وہ دانہ سامنے جا گرا۔ پاس ہی ایک مرغا تھا۔ اس نے جھپٹ کر وہ دانہ چگ لیا۔ اس پر اس شخص کو ان بزرگ کی بات یاد آئی جو انھوں نے کہا تھا کہ یہ دانہ حیدر آباد دکن کے ایک مرغے کی قسمت میں ہے۔

یہ بھی اللہ پاک کی طرف سے بعض اوقات کسی کو سمجھانے کے لئے فضل ہو جاتا ہے۔

ایسے واقعات سمجھانے کے لئے پیش آتے ہیں اگر آدمی سمجھ جائے۔ بنیادی طور پر یقین کی کمزوری ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں انسان کو عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔ لوگوں سے ایک بات مولوی صاحب کہیں اس کو نہیں مانتے، وہی بات جب ڈی سی صاحب کہے تو دوڑ کر مان لیتے ہیں کیونکہ ڈی سی صاحب کے ''نافع'' (نفع پہنچانے والا) اور ''ضار'' (ضرر پہنچانے والا) ہونے کا یقین ہے اس کے قلب میں جبکہ مولوی صاحب کے نافع و ضار ہونے کا یقین نہیں ہے۔ تو بھائی! اس لئے پہلے تو ہم اس بات پر محنت کراتے ہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا یقین اور معرفت حاصل ہو جائے، اس کا یقین قلب میں جم جائے، اور جب اس کا یقین قلب میں جم گیا تو پھر اس کو اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد انسانوں کے ساتھ بقدر ان کے یقین کے ہے، اور اعمال کی قیمت بھی بقدر یقین کے ہے۔ ایک آدمی اپنے زیور بازار لے کر جاتا ہے تو سنار اس کو کہتا ہے کہ میں آپ کو ستّر فیصد قیمت دوں گا، دوسرے کو کہتا ہے اسّی فیصد قیمت دوں گا، تیسرے کو کہتا ہے نوے فیصد قیمت دوں گا، چوتھے کو کہتا ہے ساٹھ فیصد دوں گا۔ جب سنار سے سوال ہوتا ہے کہ کیوں، تو وہ جواب دیتا ہے کہ ہم قیمت پاسے کی دیا کرتے ہیں ٹانکے کی نہیں۔ زیور میں پاسا سونے کا ہوتا ہے اور ٹانکا تانبے کا۔ پاسا اور ٹانکا مل کر زیور بنتا ہے۔ مجھے ایک دوست اپنے ساتھ سنار کی دکان پر لے گیا کچھ سونا بیچنے کے واسطے۔ سنار نے کہا کہ یہ اتنے روپوں کا ہے۔ میرے ساتھی نے پوچھا کہ اتنے روپوں کا کیوں ہے، اس کا وزن تو زیادہ ہے۔ یہ سنار اس کا واقف تھا، اس نے کہا کہ ابھی دکھاتا ہوں۔ اس نے اسی وقت کٹھائی (ایک برتن) میں سونا ڈالا اور ساتھ تیزاب ڈال کر ابالا۔ تانبا پگھل گیا اور سونے کا ایک ٹکڑا علیحدہ ہوا۔ اس کو جو تولا تو اس کی قیمت سنار کی کہی ہوئی قیمت سے پانچ روپے اوپر یا نیچے تھی۔ میرے ساتھی کو بڑی حیرت ہوئی۔ سبحان اللہ! اقبال کا شعر یاد آیا:

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیں پیدا
آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو
لاکھوں میں اگر ایک بھی ہو صاحبِ یقیں

حضور اقدس ﷺ کے پردہ فرماتے ہی ایک طرف سے رومیوں کا حملہ آ گیا، دوسری طرف سے مسیلمہ کذاب (جھوٹی نبوت کے دعویدار) کا حملہ آ گیا، تیسری طرف سے منکرین زکوٰۃ کا مسئلہ آ گیا۔ اس مشورے میں صحابہ کرامؓ نے کہا کہ رومیوں کی طرف لشکر نہ بھیجیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ جس لشکر کو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے روانہ فرمایا ہے، اس کو میں کیسے روک سکتا ہوں۔ یہ فقہ کا مسئلہ ہے کہ نصوص میں رائے، قیاس یا مشورہ نہیں ہوسکتا۔ نصوص کسے کہتے ہیں؟ قرآن میں جو بات واضح آئی ہو، حدیث میں جو بات واضح آئی ہو، ان باتوں کو نصوص کہتے ہیں۔ ان میں کوئی مشورہ نہیں ہوسکتا نہ اس پر کوئی رائے دی جاسکتی ہے۔ صحابہؓ نے کہا کہ نوعمر لڑکے اسامہ بن زیدؓ کی جگہ کسی اور کو امیر بنایا جائے۔ ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ جس کو حضور ﷺ نے امیر بنایا اس کو ابو قحافہ (ابوبکر صدیقؓ کے والد کی کنیت یعنی Nick Name) کے بیٹے کی کیا حیثیت کہ ہٹائے۔ پھر انھوں نے کہا کہ اچھا یہ مسیلمہ کذاب کے خلاف آپ جو دوسرا لشکر بھیج رہے ہیں اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف جو تیسرا لشکر بھیج رہے ہیں ان کو فی الحال روک لیں، ان محاذوں پر آدمی نہ بھیجیں۔ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروقؓ نے بھی آپؓ کو یہی مشورہ دیا کہ آپؓ جو مدینہ منورہ کو خالی کر دیں گے تو خدانخواستہ مدینہ پر حملہ آ گیا تو ہماری تو کوئی پرواہ نہیں پر ازواجِ مطہرات، حضور اقدس ﷺ کی مقدس بیبیاں ہیں، اگر ان کو شہید کر لیا گیا تو کوئی ان کو دفنانے والا نہیں ہوگا۔ ابوبکر صدیقؓ اٹھے اور ان کو دونوں ہاتھوں سے مارا اور پیچھے گرا دیا اور کہا: اَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَ خَوَّارٌ فِي الْإِسْلَامِ کہ جاہلیت کے زمانے میں اتنے مضبوط تھے اور اسلام میں اتنے

کمزور ہو گئے ہو۔ پھر فرمایا کہ میں وہ آدمی ہوں جس کے بارے میں اللہ نے کہا:

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللهَ مَعَنَا.

(دو میں کا دوسرا (یعنی ایک حضور ﷺ اور دوسرے ابوبکر صدیقؓ) جب وہ تھے غار میں، حضور ﷺ نے فرمایا غم نہ کھائیو، اللہ ہمارے ساتھ ہے)

ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اللہ میرے ساتھ ہے، تم اگر نہیں جاتے تو میں اکیلا جاؤں گا اور یہ دیکھو میں گیا۔ یہ کہا اور روانہ ہو گئے۔ اس ایک آدمی کا ایمان اس سطح کا تھا۔

آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو
لاکھوں میں اگر ایک بھی ہو صاحبِ یقین

اس لئے حدیث میں آتا ہے کہ ساری امت کا ایمان ایک طرف اور ابوبکر صدیقؓ کا ایمان ایک طرف۔ اس اکیلے آدمی کا ایمان پوری امت پر بھاری ہے۔ تو عرض یہ تھی کہ کمزوری یقین کی جگہ پر ہے اور ہماری یہی کمزوری ہر جگہ اثر دکھا دیتی ہے۔ سارے اعمال میں اثر دکھاتی ہے، سارے فیصلوں میں اثر دکھاتی ہے۔ یقین سے خالی آدمی کی ہمت نہیں ہوتی، اس کی جرأت نہیں ہوتی، اس کی شجاعت نہیں رہتی، اس کی غیرت نہیں رہتی۔ جس آدمی میں غیرت نہ ہو، جس آدمی میں بہادری، شجاعت نہ ہو، ہمت نہ ہو، وہ کیا کرے گا؟ اسی لئے پہلی بات جس پر محنت کی جاتی ہے وہ ایمان کا اس سطح پر لانا ہوتا ہے۔

ایمان کی ایک فرض سطح ہے، فرض سطح ایمان کی وہ ہے کہ جس کے نتیجے میں انسان فرض، واجب اور سنت مؤکدہ، ان تینوں چیزوں پر اس کا عمل ہو جائے اور دو چیزوں، حرام اور مکروہ تحریمی سے بچ جائے۔ یہ پانچ چیزیں فرض ایمان کے لئے ضروری ہیں۔ جب ان پانچ چیزوں پر عمل کی توفیق کسی کو ملے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کو فرض ایمان حاصل ہوا۔ پھر آگے ایمان کی قوت ہے، اس کی ترقی ہے، اس کے درجات ہیں۔ وہ پھر لامحدود ہیں۔

تقاریظِ کتب

(حضرت قاری ڈاکٹر بریگیڈیئر (ر) فیوض الرحمٰن صاحب مدظلہٗ، کراچی)

(۱)

نامِ کتاب: اسلامی تصوف، میڈیکل سائنس اور نفسیات

مؤلف: حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم

برادرِ مکرم پروفیسر ڈاکٹر فدا محمد صاحب کی نئی تصنیف ''اسلامی تصوف، میڈیکل سائنس اور نفسیات'' کا مسودہ میرے سامنے ہے۔ اس میں موصوف نے روح، عقل، قلب، نفس اور حب مال و جاہ پر طبی، سائنسی اور صوفیانہ انداز میں دادِ تحقیق دی ہے۔ نئی نسل کی عفت و پاکبازی اور اصلاح و تزکیہ کے لئے یہ بڑی ہی مفید کتاب ہے۔ اس سے اگرچہ ہر عمر کے حضرات استفادہ کرسکتے ہیں مگر وہ طلبہ و طالبات جو مخلوط ذریعۂ تعلیم سے وابستہ ہیں ان کے لئے تو بہت ہی اکسیر ہے۔ کتاب معلوماتی اور دلچسپ ہے۔ جگہ جگہ نہایت مناسب اور عمدہ مثالوں سے متعلقہ مضمون کی مؤثر تشریح کی گئی ہے۔

ڈاکٹر صاحب خیبر میڈیکل کالج کے گریجویٹ اور پھر اسی ادارہ میں تدریس سے متعلق رہے ہیں۔ آخر میں شعبۂ اناٹومی کے ایک عرصہ تک سربراہ رہے ہیں۔ اپنی تعلیمی زندگی میں حضرت مولانا پروفیسر محمد اشرف خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلیمانی، صدر شعبۂ عربی پشاور یونیورسٹی، سے بیعت کی سعادت حاصل کی اور پھر انہی کی راہنمائی میں سلوک کی تکمیل کرکے خلافت پائی اور ان کے جانشین کی حیثیت سے ایک عرصہ سے اس سلسلہ کو آگے بڑھا رہے ہیں اور واقعتہً ان کے جانشین ہیں۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ انہوں نے اپنے شیخ کی زندگی پر مردِ درویش، اصلاحِ نفس اور دیگر کئی مفید کتابیں لکھی ہیں جو بڑے ذوق وشوق سے پڑھی جا

رہی ہیں بلکہ ان سے انہی کے رنگ میں اپنی زندگی سنواری جا رہی ہے۔ اب ان کی یہ نئی کتاب جوان کے علم اور تجربہ کا گویا نچوڑ ہے، قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

میں اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ ہوا ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پوری اُمید ہے کہ قارئین کرام اس کے مطالعہ سے اپنے کردار میں بلندی حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ کتاب ملک کے تمام او، اے لیول، انجینئرنگ، میڈیکل کالجوں اور دیگر اداروں میں بطورِ نصاب شامل کر لی جائے تو اس سے بہتوں کا بھلا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے اس کی قبولیت اور نافعیت کی دعا ہے۔

فیوض الرحمٰن

(۲)

نامِ کتاب: **اصلاحِ نفس**

مؤلف: حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم

اصلاحِ نفس ...... یہ ہمارے مکرم دینی بھائی جناب پروفیسر ڈاکٹر فدا محمد صاحب کی بہت پیاری، مقبول اور مفید تصنیف ہے۔ ہر شخص اصلاح کا محتاج ہے۔ ایسے حضرات جو اپنی اصلاح کے طالب ہوں ان کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نافع ہے۔ اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے اکابر کی تصانیف سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے حوالے بھی دے دیئے ہیں۔ پیش نظر اس کتاب کا آٹھواں ایڈیشن ہے جسے مزید اَپ ڈیٹ کر دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب خیبر میڈیکل کالج کے گریجویٹ اور پھر شعبۂ اناٹومی کے سربراہ رہے ہیں۔ اپنی تعلیم اور تدریس کے دوران اپنی اصلاح کی خاطر حضرت مولانا محمد اشرف خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلیمانی، سابق صدر شعبۂ عربی پشاور یونیورسٹی، سے ایک عرصۂ دراز تک روحانی تربیت حاصل کر کے خلافت پائی اور ان کے وصال کے بعد انہی کے نہج پر اپنے طبی شغل

کے ساتھ ساتھ نئی نسل کی ایک کثیر تعداد، جو ڈاکٹروں، انجینئروں، پروفیسروں اور دیگر حضرات پر مشتمل ہے، کی جس خلوص کے ساتھ روحانی تربیت کی اور کر رہے ہیں، وہ نہایت ہی قابلِ قدر اور قابلِ تحسین ہے اور ایسے بیسیوں حضرات تیار کر دیئے ہیں جو اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کی اصلاح میں لگے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب اور ان کی پوری ٹیم کی اصلاحی کوششوں کو پروان چڑھائیں اور آخرت میں ہم سب کو ان حضرات میں سے اُٹھائیں جن کے چہرے چمک رہے ہوں۔ آمین۔

فیوض الرحمٰن

تبصرۂ کتب

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

نامِ کتاب: **جہانِ نعات**

مؤلف: جناب مولانا اختر الحامدی صاحب

جناب محمد رمضان میمن صاحب کی طرف سے جہانِ نعت کے کتابی سلسلہ نمبر ۸ کی پانچوی جلد موصول ہوئی۔ اس میں جناب مولانا اختر الحامدی کی نعتیں ہیں۔ نعت گوئی ایک اہم عبادت ہے، جس کا سلسلہ آپ ﷺ کے دنیا میں ظہور سے پہلے سے شروع ہوا ہے۔ دنیا کی کئی زبانوں میں آپ ﷺ کی نعتیں ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی نعتیں کہی ہیں اور اس طرح دربارِ رسالت سے فیوض و برکات سمیٹنے کی کوشش کی ہیں۔

اختر الحامدی صاحب کی نعتیں عشقِ رسول میں ڈوبی ہوئی ہیں اور فنِ شاعری کے اعتبار سے اونچے درجے کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ جہانِ نعت مجموعے کو قبول فرمائے اور مصنف اور ناشرین کے لئے آخرت کا سرمایہ بنائے۔

ملفوظاتِ شیخ۔ ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہ (قسط۔۹۶)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب، پشاور)

حرمین ساری دنیائے اسلام کا مشترکہ اثاثہ:

فرمایا کہ سعودی حکومت کے سلفیوں نے اور غیر مقلدوں نے زور لگایا کہ بیس تراویح کو ختم کیا جائے اور اس کی جگہ آٹھ تراویح شروع کی جائیں لیکن نہ کر سکے، کیونکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ صرف سعودی خاندان کا نہیں ہے، یہ ہم سب کی اکٹھی میراث ہے۔ ہمارا بھی حصہ ہے اس میں، پاکستان کی بھی اس میں ملکیت ہے۔ سعودیوں کا رویہ بعض اوقات ہتک والا ہوتا ہے، خاص کر جو پاکستانی وہاں نوکریاں کرتے ہیں ان کے ساتھ تو بہت ہتک والا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ میں مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا، تھک جانے کی وجہ سے میں نے ریاض الجنۃ میں ستون پر ٹیک لگایا، پاس ایک سعودی بیٹھا تھا، وہ ذرا کھسک گیا مجھ سے۔ میرے قلب پر وارد ہوا کہ اس کے دل میں یہ بات آرہی ہے کہ یہ پاکستانی ہے تو کہیں سوال کرنے کے لئے قریب ہوا ہے۔ میں نے اس سے کہا: پریشان نہ ہوں، میں پاکستانی ہوں، اپنے پیسے خرچ کر کے تبلیغ کے لئے آیا ہوں، آپ لوگوں سے ملنے کے لئے اور اللہ کی رضا کے لئے آیا ہوں، اور اللہ کا فضل ہے مجھ پر کہ میں ایٹمی طاقت ہوں، تمہاری طرح نہیں کہ تیل کے پیسے کھا کھا کر اتنا موٹا ہو گیا ہوں کہ چل نہیں سکتا۔ وہ آدمی بڑا شرمندہ ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت جاری کئے۔ سارے صحابہ کرامؓ جو براہ راست شاگرد تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے، انھوں نے یہ فیصلہ کیا اور اس کو شروع کیا۔ سعودیوں نے اس کو ختم کرنا چاہا پر ختم نہ کر سکے کیونکہ یہ اکیلے ان کی میراث نہیں ہے۔ حرمین ہم سب کے ہیں اور ساری دنیائے اسلام کی مشترکہ ملکیت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کو اقتدار مل گیا ہے اور ان کی حکومت ہے۔ ویسے باوجود اپنی ساری کوتاہیوں کے یہ لوگ خدمت کر رہے ہیں اور صحیح لوگوں کی قدر بھی کرتے ہیں۔

جُہد فی اللہ اور جُہد لِلّٰہ:

فرمایا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جدوجہد کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ایک کو کہتے ہیں جہد فی اللہ اور دوسرے کو جہد لِلّٰہ۔انبیاء علیہم السلام کی جدوجہد دنیا کے Reformers (مصلح)، لیڈروں اور تحریکوں کی طرح نہیں ہوتی کہ وہ صرف بولیں اور لوگوں کو جمع کریں اور Gathering ہو،عوام کی تائید حاصل کریں اور آگے بڑھیں اور چیزوں کو حاصل کریں۔ان کی جدوجہد اس حد تک محدود نہیں ہوتی۔انبیاء علیہم السلام کی جدوجہد کا ایک پہلو ہے جُہد فی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں جدوجہد کرنا، اللہ کی محبت، اللہ کی یاد، اللہ کا دھیان، اس کے حضور کھڑا ہونا، راتیں جاگ کر کاٹنا، راتوں کو نماز میں کھڑا ہونا، ذکر میں لگنا اور اللہ کی یاد میں لگنا، یہ جُہد فی اللہ ہے۔اللہ کی ذات کے لئے اپنی ذات سے محنت اور مشقت کرنا۔اپنی ذات سے اللہ کو یاد کرنا، اپنی ذات سے اللہ کے حضور کھڑے ہونا، لمبی نماز پڑھنا، اللہ کے کلام کو پڑھنا، اس میں غور وفکر کرنا اور اس طرح اللہ کی پہچان کو بڑھانا اور اللہ کا قرب حاصل کرنا، یہ جُہد فی اللہ ہے۔آپ ﷺ کا جُہد فی اللہ ایسا تھا کہ ساری ساری رات کی نماز، چھ چھ پارے کی رکعات، اتنی لمبی نماز کہ پاؤں مبارک مسلسل کھڑے رہنے سے سوج جاتے۔سارے کے سارے انبیاء کی جدوجہد کا ایک پہلو جُہد فی اللہ ہوتا ہے۔

ان عقائد، اعمال اور اس دین کو پھیلانے کے لئے عوام میں کوشش کرنا جہد لِلّٰہ ہے۔اللہ کے لئے اس کی بات کو، اللہ کے کلمہ کو، اس دین کو، اللہ کے پیغام کو آگے پہنچانے کے لئے جدوجہد اور کوشش کرنا جُہد لِلّٰہ ہے۔آپ ﷺ کے جُہد لِلّٰہ میں ایک جُہدِ انفرادی ہے، ایک جُہدِ اجتماعی ہے اور ایک جُہدِ عسکری ہے، یعنی انفرادی دعوت، اجتماعی دعوت اور عسکری دعوت۔

غیرتِ ایمانی کی کمی:

فرمایا کہ جب لوگ افسر بن جاتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ بس جو کچھ اُوپر والے کہتے ہیں وہ ہم نے آنکھیں بند کر کے کرنا ہے۔حالانکہ کوئی افسر بھی ان کی خلافِ قانون بات کو نہ مانے تو اس کو

بھی آئین اور قانون نے تحفظ دیا ہوا ہے لہٰذا اس کو مجبور نہیں کر سکتے۔ وزیر صاحب، وزیرِ اعلیٰ یا وزیرِ اعظم اس کو پوسٹ سے زیادہ سے زیادہ تبدیل کر سکتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ ہمارے کتنے ہی ساتھیوں نے اس طرح سٹینڈ لیا ہے اور ٹکراؤ کر کے بڑے بڑے افسروں کو نکیل ڈالی ہے۔ ہمارے پبلک سروس کمیشن کے چیئرمین نے ہمارے مُریدارشد صاحب سے کہا کہ فلاں فیل امیدوار کو پاس کرو، رزلٹ ڈیکلیئر کرواور اس کو انٹرویو کے لئے کال کرو۔ ارشد وہاں رجسٹرار تھا، اس نے کہا کہ میں نہیں کرتا۔ چیئرمین نے اس کو دوسری پوسٹ پر ٹرانسفر کر دیا۔ اس کی جگہ جب دوسرا آدمی آیا تو اس کی بھی انکار کرنے کی ہمت ہوگئی۔ چیئرمین صاحب کچھ نہیں کر سکا۔ بائیس گریڈ کی حیثیت پر بیٹھے ہوئے آدمی کو پندرہ، سولہ گریڈ والے آدمی کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے کیونکہ وہ ناحق پر تھا جبکہ یہ حق پر تھا۔ اس نے مطالبہ کیا چیئرمین سے کہ مجھے In Writing دیں یعنی تحریری حکم دیں کہ فیل امیدوار کو پاس کرو۔ اس نے کہا میں تو نہیں لکھتا، تم Put Up کرو، یعنی رزلٹ بنا کر میرے آگے پیش کرو۔ تو ہر کام کا ایک طریقہ ہوتا ہے، انکار کا بھی ایک طریقہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ بے غیرت ہوتے ہیں، ہمت نہیں کرتے کہ افسر سے بات کریں، غیرتِ ایمانی نہیں ہوتی۔ مولوی عبیداللہ صاحب نے ایک مفتی صاحب سے کہا کہ پیپسی نہیں پینی چاہیے، کہنے لگا اس میں کیا ہے، یہ تو حلال ہے، بس ذرا غیرتِ ایمانی کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کہ اس مفتے کے نزدیک غیرتِ ایمانی گویا کوئی چیز ہی نہیں ہے جو مفتی ہو کر ایسے منہ بھر کہ کہہ رہا ہے کہ ''بس ذرا غیرتِ ایمانی کے خلاف ہے''۔

نظر اور خبر:

فرمایا کہ ناگواریاں ظاہر میں ناگواریاں ہیں، محسوس ناگواریاں ہوتی ہیں لیکن سہہ لیں اور بھگت لیں تو پھر آگے خوشگواریاں ہیں۔ لیکن انسان کی کمزوری یہ ہے کہ فوری اثر کو دیکھتا ہے، دائمی اثر کو نہیں دیکھتا۔ شوگر کے مریض کو کہتے ہیں کہ چینی نہ کھاؤ، یہ کتنی ناگوار بات ہے۔ اب اگر وہ مزے کے لئے کھائے تو چند دن کے بعد گردے فیل، Retina (آنکھ کا پردہ) بے کار، دل پر اثر

اور پیروں کو انگلیوں کی طرف سے کاٹنا شروع، تو اب ناگواریاں ہیں، شروع میں کتنا مزا آ رہا تھا۔ اس لئے مزے کو ترک کرنا پڑتا ہے۔

بزرگ بیان کیا کرتے تھے ''نظر'' اور ''خبر''۔ نظر وہ ہے جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں یا آپ کے سامنے آ رہا ہے۔ خبر وہ ہے جو سمجھدار آدمی بتا رہا ہے۔ اپنی نظر پر فیصلہ کر کے چلنا اور خبر کو چھوڑنا ہی تباہی کی بنیاد ہوتی ہے۔ ایک دیہاتی آدمی ایک درخت کی بڑی شاخ پر بیٹھا اس کو کاٹ رہا تھا اور تھا اتنا سیدھا سادہ دیہاتی کہ بونیری اس کے مقابلے میں کیا ہوگا۔ ایک آدمی گزر رہا تھا، اس نے کہا کہ دیکھیں اس طرح نہ کریں، پوچھا کیوں؟ اس نے کہا کہ جب اس کو آپ کاٹیں گے تو گر جائیں گے۔ اس نے کہا: ''ہونہہ! غیب کی خبریں کہہ رہا ہے، مشرک ہے کہ نہیں۔'' گویا صحیح پنج پیری تھا، کہنے لگا غیب کی خبریں کہہ رہا ہے، غیب کا علم اس آدمی کو ہے کہ اللہ کو ہے جو کہتا ہے گرے گا۔ خیر وہ آدمی چلا گیا اور یہ کاٹتا رہا۔ جب آدھی سے زیادہ شاخ کٹ گئی تو ٹک کر کے ٹوٹی اور آدمی نیچے گرا اور چوٹیں آئیں۔ اب وہ دوڑ کر اس آدمی کے پیچھے گیا کہ یہ بزرگ تھا، اس کو پہلے سے پتا تھا۔ کشف و الہام اور کس کو کہتے ہیں، اسی کو تو کہتے ہیں۔ بے وقوفی اپنی اپنی سطح کی جدا جدا بے وقوفی ہوتی ہے، اس آدمی کی اس حد تک تھی۔ ہماری اس حد تک بے وقوفی ہوتی ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سمجھاتے ہیں کہ تمہارے فوائد کس میں ہیں اور نقصانات کس میں ہیں اور انسان اپنی نظر سے دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کیسی عجیب باتیں کہہ رہے ہیں۔

ایک لطیفہ ہے کہ کچھ لوگ سمندر پر گئے، وہاں ایک ملاح کام کر رہا تھا، اس سے پوچھا کہ آپ کے والد کی وفات کہاں پر ہوئی؟ اس نے کہا کہ سمندر میں ہوئی۔ پوچھا کہ دادا کی وفات کہاں پر ہوئی؟ اس نے کہا سمندر میں ہوئی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کے باپ کی وفات بھی سمندر میں ہوئی، دادا کی وفات بھی سمندر میں ہوئی پھر بھی آپ نہیں سمجھے کہ اس پیشے کو ترک کر دیں۔ ملاح نے جواب دیا کہ آپ کے باپ کی وفات ہوئی چارپائی پر، دادا کی وفات بھی ہوئی چارپائی پر، آپ نے ابھی

تک چارپائی کو نہیں چھوڑا!

اس لئے کہتے ہیں کہ خبر پر اعتبار کر کے کام شروع کرنا ہوتا ہے اور کام کرنے کے دوران اس سے متعلقہ دانشور نے جو بات کہی ہوئی ہو وہ نظر نہیں آ رہی ہوتی بلکہ کام مکمل ہونے کے بعد نظر آتی ہے۔ پھر اس کے نتائج سے عرصۂ دراز تک انسان لطف اُٹھاتا ہے اور سہولت پاتا ہے اور مزے کرتا ہے۔ اگر نہیں مانتا تو عارضی مزے کر لیتا ہے اور دائمی مصیبت اپنے ذمے لے لیتا ہے۔ اسی طرح خباشتوں کے مزے اور چسکے ہیں۔ ہمارے حضرت مولانا صاحبؒ ریگمال کی مثال بیان فرمایا کرتے تھے، جس سے دیواروں، لکڑی وغیرہ کو رنگساز رگڑتے ہیں، ریگمال پڑا تھا، اس پر خون لگا ہوا تھا، بلی نے آ کر اس کو چاٹا تو بڑا مزہ آیا، اس نے اور چاٹا، وہ خون تو ختم ہو گیا پر اس نے اپنی زبان جو اس پر رگڑی تو اس کا اپنا خون نکلا، اس کو بھی چاٹا، مزہ اس کا بھی تھا، وہ سمجھی کہیں ریگمال سے یہ سارا مزہ مل رہا ہے، بس زبان کو رگڑتی گئی اور زبان چھلتی گئی اور خون نکلتا گیا اور چاٹتی گئی، یہاں تک کہ اتنا خون اس کا اپنا نکل گیا کہ چکرا کر گر پڑی اور مزے کا نتیجہ نکل آیا کہ جان سے جانے کے حالات ہو گئے۔

عورتوں کا اجتماع جو ہمارا ہوتا ہے اس میں اکثر عورتیں شکایت کرتی رہتی ہیں کہ بچے پڑھتے نہیں ہیں تو میں ان سے ایک سوال کیا کرتا ہوں: کیا آپ کے گھر میں ڈش یا کیبل ہے؟ وہ کہتی ہیں کہ موجود ہے، تو میں کہتا ہوں: پھر وہ مزے کریں یا پڑھائی کی مصیبت میں اپنے آپ کو ڈالیں؟ آنکھ، کان کے مزوں میں لگیں یا پِتہ مار کر پڑھائی کریں؟ آپ نے اپنے نقصان اور تباہی کا سامان خود کیا ہوا ہے تو میں اب آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔

تبلیغ ایمان واعمال کی دعوت ہے:

فرمایا کہ تبلیغ کہتے ہیں توحید، رسالت، تقویٰ، ایمان و اخلاص کی دعوت دینا، ان کے فضائل بیان کرنا اور لوگوں کو اس پر تیار کرنا۔ مسلک کی تشہیر کرنا کہ اہلِ حدیث ہو جاؤ، حنفی یا شافعی ہو

جاؤ، یہ تبلیغ نہیں ہے۔ مسلک کو پھیلانے کی دعوت دینا تبلیغ نہیں ہے۔ ایمان وتقویٰ کے فضائل بیان کر کے لوگوں کو اس پر لانے کو تبلیغ کہتے ہیں۔ اگر میں کھڑا ہو کر کہوں کہ حنفی ہو جاؤ، شوافع ٹھیک نہیں تو یہ میں فساد کر رہا ہوں تبلیغ نہیں۔ میں کھڑا ہو کر کہوں کہ اہلِ حدیث ہو جاؤ، باقی مسلک ٹھیک نہیں تو یہ میں فساد کر رہا ہوں تبلیغ نہیں۔

عرب لوگ جب تبلیغی جماعت میں وقت لگانے کے لئے آئے تو کچھ عربوں نے آمین بالجہر اور رفع یدین چھوڑ دیا اور اپنے حنبلی، شافعی مسلک کو چھوڑ کر حنفی مسلک اختیار کر لیا۔ ہمارے بزرگوں نے ان سے کہا کہ ہم نے آپ کو حنفی مسلک کی دعوت قطعاً نہیں دی۔ لہٰذا آپ اپنے مسلک پر چلیں۔ ہم نے آپ کو توحید ورسالت، ایمان وآخرت، ذکر اور اعمالِ صالحہ کی دعوت دی ہے نہ کہ مسلک کی۔ اگر آپ ہمارا مسلک اختیار کریں گے تو آپ حضرات اپنے علاقے میں تبلیغ کے کام کو پھیلنے سے روک دیں گے، تبلیغ تو ایمان واعمال کی دعوت ہے، آپ جس فقہ کو بھی لے کر چل رہے ہیں اس پر چلیں۔ بات ان لوگوں کی سمجھ میں آ گئی۔

بدگمانی گناہِ کبیرہ ہے:

فرمایا کہ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عرصہ تک باطن سے بدگمانی کے زائل ہونے کے لئے مجاہدہ کیا۔ بدگمانی گناہِ کبیرہ ہے اور اس سے انسان کا قلب مفت میں برباد ہوتا ہے۔ عام طور پر ہماری عادت ہوتی ہے کہ کسی کو چلتا پھرتا کوئی کام حرکت کرتا دیکھیں تو اس کے بارے میں ہمارے دل میں کوئی نہ کوئی رائے گزر جاتی ہے۔ اگر یہ رائے غلط ہے تو یہی تو بدگمانی ہے اور آپ مفت کا گناہ حاصل کر رہے ہیں اور دل آپ کا برباد ہو رہا ہے۔ ہمارے گاؤں میں ایک نقشبندی خانقاہ میں میرا اٹھنا بیٹھنا ہوا، وہ لوگ جب راستے پر جاتے ہیں تو سر پر کپڑا ڈال کر دونوں طرف سے نیچے کر لیتے ہیں، ٹانگے کے گھوڑے کی طرح تاکہ صرف راستہ نظر آئے، فالتو چیزیں نظر ہی نہ آئیں، ان کی طرف دھیان اور توجہ ہی نہ جائے اور ان کا خیال ہی دل

میں وارد نہ ہو اور قلب ان فالتو، لایعنی چیزوں پر خیال آرائی ہی نہ کرے تاکہ اس کی استعداد ضائع نہ ہو، وقت ضائع نہ ہو۔ اور اگر یہ فالتو، لایعنی اور معصیت کی چیزوں کو قلب میں لا کر خیال میں چلا رہا ہے تو یہ اپنا نقصان کر رہا ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ نے خوب مجاہدہ کیا تاکہ باطن سے بدگمانی زائل ہو جائے۔ ایک دن دریا کے کنارے جا رہے تھے، دیکھا کہ ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے، ساتھ ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے، اس مرد نے پیالہ آگے کیا، عورت نے بوتل میں سے کچھ ڈالا، اس نے پیا۔ دل میں فوراً خیال آ گیا کہ اس آدمی کو دیکھو، کیسے کھلم کھلا بیٹھا ہوا عورت کو ساتھ بٹھا کر شراب پی رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی خاص تربیت فرماتا ہے، اس طرح تربیت کے لئے ظاہر ہونے والے لوگوں یا چیزوں کو لطائفِ غیبیہ کہتے ہیں، کوئی غیبی چیز آ کر ان کی رہنمائی کر دیتی ہے، صورتِ مثالی بھی اسی کو کہتے ہیں، صورتِ مثالی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی بھی ہو سکتی ہے، ملائکہ کی بھی ہو سکتی ہے، اولیاء اللہ وصالحین کی بھی ہو سکتی ہے، وہ خود آئے یا نہ آئے، ان کی صورتِ مثالی آ گئی اور رہنمائی ہو گئی۔ جب حضرت بسطامیؒ ان کے پاس سے گزرے تو وہ شاید کوئی اللہ والے آدمی تھے اُن کو اِن کی حالت کا کشف ہو گیا، اِن سے مخاطب ہوئے: ''بس یہی آپ کی نیک گمانی کی مشق تھی! میرے پاس جو عورت بیٹھی ہے وہ میری والدہ صاحبہ ہیں، میں ایک مریض ہوں، مجھے حکیموں نے سیر کے لئے کھلی فضا میں نکلنے کا کہا ہوا ہے اور بوتل میں دوائی تھی جو مجھے انھوں نے پیالے میں ڈال کر دی اور میں نے پی۔'' انہیں آگاہی ہوئی اور کہا کہ یا اللہ میری توبہ، اتنا مجاہدہ کیا پر اس کے بعد بھی باطن سے بدگمانی زائل نہیں ہوئی اور اس کے بارے میں نیک گمان نہ آیا۔

اگر ایک آدمی فی الحقیقت معصیت میں ہے اور آپ نے اس کے بارے میں نیک گمان کر لیا تو آپ گنہگار نہیں ہوں گے کیونکہ اس کے لئے آپ کو ثبوت کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر آپ نے بدگمانی کر لی تو اس پر آپ گنہگار ہوئے کیونکہ اس رائے کو قائم کرنے کیلئے (باقی صفحہ ۳۴ پر)

انتخاب از حیات درویش

(جناب عزیز احمد صاحب مدظلہٗ، لوند خوڑ)

اسراف، تبذیر اور تضیع کی وجہ سے ہم اللہ کی ناراضگی مول لے رہے ہیں:

چترال اجتماع میں ساتھیوں کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ ناشتے کے لئے میں آ کر بیٹھا تو بعض ساتھیوں نے ہم سے پہلے ناشتہ کیا ہوا تھا۔ خدمت والے روٹیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے دسترخوان سے اٹھا رہے تھے۔ یہ وہ ٹکڑے تھے جو ساتھیوں نے نہیں کھائے تھے۔ پھر فرمایا کہ حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیروں سے معذور تھے، ان کو لوگ کرسی میں پھرایا کرتے تھے، ایک مرتبہ باہر سے آئے تو دیکھا کہ ساتھیوں نے تربوز کھائے کر چھلکے باہر پھینکے ہوئے تھے، ان پر جو سرخ کھانے کا گودا ہوتا ہے وہ لگا ہوا تھا، انھوں نے خادم سے کہا کہ سارے تربوز کے چھلکے اُٹھا کر لاؤ اور اپنے مریدوں، علماء اور جتنے لوگ آئے ہوئے تھے ان سب سے کہا کہ ان کو دھوؤ اور اس کے بعد کھانے کا جتنا سرخ حصہ ہے اس کو ہٹاؤ اور اس کو کھاؤ پھر چھلکے پھینکو، کہ تم نے اللہ کی نعمت کو ضائع کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ اسراف اور تبذیر کے بعد تضیع ایک اگلا قدم ہے، یعنی ضائع کرنا۔ یہ اسراف اور تبذیر سے بھی بڑھ کر ہے۔ روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ساتھی پھینک رہے تھے۔ اگر تو نے اپنے گھر پر کھایا ہوا خربوزہ، تربوز اور آم کے چھلکے اٹھا کر اپنے پڑوسی کو نہیں دیئے کہ وہ اپنی بکری کو کھلا دے تو تو نے اللہ کی دی ہوئی نعمت کو ضائع کیا اور اتنے بڑے ثواب سے محروم ہوا۔ تُو روحانیت والوں میں سے نہیں ہے۔ اس میں ہم بڑی مار کھا رہے ہیں، اللہ کی ناراضگی کو مول لے رہے ہیں اور اعمال ہم سے ضائع ہو رہے ہیں اور ہمیں پتہ بھی نہیں چل رہا۔

رزق کا صحیح استعمال:

کھانے پینے میں ہم لوگ بہت سی بے احتیاطیوں کا شکار ہیں۔ جس برتن میں پانی پیتے ہیں اس میں تھوڑا پانی جو پینے سے بچ جاتا ہے اسے زمین پر گرا دیتے ہیں۔ چائے پینے کے بعد پیالی میں تھوڑی سی چائے جو بچ جاتی ہے وہ برتن دھوتے وقت نالی میں گرا دی جاتی ہے۔ کھانا کھاتے ہوئے چاول کے دانے، روٹی کے ٹکڑے اور سالن نیچے دسترخوان یا میز پر گر جاتا ہے اور ہم لوگ اسے زمین پر پھینک دیتے ہیں۔ کھانا کھاتے ہوئے اپنی تھالی میں ضرورت سے اتنا زیادہ ڈالتے ہیں کہ ہم سے بچ جاتا ہے اور برتن دھوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے رزق کو ضائع کر کے نالی میں بہا دیا جاتا ہے۔ ان تمام بے احتیاطیوں کی وجہ سے نہ صرف ہمارے رزق میں بے برکتی پیدا ہو جاتی ہے بلکہ گناہ گار بھی ہوتے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم اپنے مریدین کی بظاہر ان بے احتیاطیوں پر بھی نظر رکھتے ہیں اور بر وقت ان کی اصلاح بھی فرماتے ہیں۔

پروفیسر ندیم صاحب (لکی مروت) نے راقم الحروف کو بتایا کہ ایک دفعہ ہم دو تین ساتھی حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ کی ملاقات کے لئے پشاور خانقاہ گئے۔ عادت کے مطابق بے خیالی میں ہم سے پیالی میں تھوڑی سی چائے پینے سے رہ گئی۔ اس پر حضرت بہت غصہ ہوئے اور سہیل صاحب (مقیم خانقاہ) کو کہا کہ یہ بچی ہوئی چائے تم پی لو۔ اس کے بعد فرمایا خفا نہ ہونا آپ لوگ یہاں تربیت کے لئے آتے ہیں تو بعض چیزیں آپ کو سکھانی پڑتی ہے۔

خوشحال صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت نے پینے کے لئے پانی مانگا تو ایک ساتھی بہت ٹھنڈا پانی لے آیا۔ حضرت بیماری کی وجہ سے بہت ٹھنڈا پانی نہیں پی سکتے تھے۔ حضرت نے پانی کا وہ گلاس الطاف صاحب کو دیکر تازہ پانی لانے کو کہا۔ الطاف صاحب نے وہ پانی کیاری میں پودوں کو ڈال دیا اور حضرت کے لئے تازہ پانی لے آئے۔ حضرت نے پوچھا کہ اس ٹھنڈے

پانی کو کہاں استعمال کیا؟ الطاف صاحب نے کہا کہ پودوں کو ڈال دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر آپ اس پانی کو گرا کر ضائع کر دیتے تو سلسلے کے فیض سے محروم ہو جاتے۔ فرمایا لوگ پانی کو گرا کر ضائع کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اس کے بارے میں بھی حساب لیا جائے گا۔

مولانا محمد طفیل صاحب کوہاٹی فرماتے ہیں کہ ایک دن میں، مولانا عبدالسلام صاحب (مردان) اور مولانا بلال صاحب (ہنگو) خانقاہ میں کھانا کھا رہے تھے کہ چاول کے دانے کھانے کے دوران ہم سے دسترخوان پر گر گئے تھے اور ان کو اٹھا کر کھانے کا خیال نہ رہا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے سہیل صاحب سے فرمایا کہ مولوی صاحبان کے سامنے سے چاول کے دانے اکھٹے کر کے کھا لو۔ مولانا طفیل صاحب نے کہا کہ مجھے تو ہمیشہ کے لئے سبق حاصل ہو گیا اور اس واقعے کے بعد اب دسترخوان پر گرے ہوئے چاول کے دانے ہوں یا سالن ہو یا روٹی کے ٹکڑے ہوں، اٹھا کر کھا لیتا ہوں۔

اس ضمن میں مولانا اصغر حسین صاحبؒ اور مفتی شفیع صاحبؒ کا ایک واقعہ بھی یاد آ گیا اس کو بھی نقل کرتا ہوں۔ مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے والد صاحب (مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ) حضرت میاں صاحب (مولانا اصغر حسینؒ) کی ملاقات کے لئے ان کے گھر گئے ہوئے تھے۔ کھانے کا وقت آ گیا تو بیٹھک میں دسترخوان بچھا کر کھانا کھایا گیا۔ کھانے سے فارغ ہونے پر والد ماجد صاحبؒ دسترخوان سمیٹنے لگے تا کہ اسے کہیں جھٹک آئیں۔ حضرت میاں صاحبؒ نے پوچھا: ''یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟'' والد صاحب نے عرض کیا: ''حضرت دسترخوان سمیٹ رہا ہوں تا کہ اسے کسی مناسب جگہ پر جھٹک دوں۔'' میاں صاحب بولے: ''کیا آپ کو دسترخوان سمیٹنا آتا ہے؟'' والد صاحب نے کہا: ''کیا دسترخوان سمیٹنا بھی کوئی فن ہے جسے سیکھنے کی ضرورت ہو؟'' میاں صاحبؒ نے جواب دیا: ''جی ہاں! یہ بھی ایک فن ہے اور اسی لئے میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو یہ کام آتا ہے یا نہیں؟'' والد صاحب نے

درخواست کی کہ: ''حضرت! پھر تو یہ فن ہمیں بھی سکھا دیجئے۔'' میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ آیئے میں آپ کو یہ فن سکھاؤں۔

یہ کہہ کر انہوں نے دسترخوان پر بچی بوٹیاں الگ کیں، ہڈیوں کو الگ جمع کیا، روٹی کے جو بڑے ٹکڑے بچ گئے تھے، انہیں الگ کر کے رکھ دیا، پھر روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جو برادے کی سی شکل میں پڑے رہ گئے تھے، انہیں چن چن کر الگ اکٹھا کر لیا۔ پھر فرمایا کہ میں نے ان میں سے ہر ایک چیز کی الگ الگ جگہ مقرر کی ہوئی ہے۔ یہ بوٹیاں میں فلاں جگہ اٹھا کر رکھتا ہوں، وہاں روزانہ ایک بلی آتی ہے اور یہ بوٹیاں کھا لیتی ہے۔ ان ہڈیوں کی الگ جگہ مقرر ہے، کتے کو وہ جگہ معلوم ہے، وہاں آ کر یہ ہڈیاں کھا لیتا ہے اور روٹی کے یہ بڑے بڑے ٹکڑے میں فلاں جگہ رکھتا ہوں۔ وہاں پرندے آتے ہیں اور یہ ٹکڑے ان کے کھانے کے کام آ جاتے ہیں اور یہ جو روٹی کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں، یہ میں چیونٹیوں کے کسی بل کے پاس رکھ دیتا ہوں اور یہ ان کی غذا بن جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ ساری چیزیں اللہ کا رزق ہے، ان کا کوئی حصہ اپنے امکان کی حد تک ضائع نہیں ہونا چاہئے۔

ایک دفعہ راقم الحروف فقیر ایک ساتھی کے ساتھ حضرت کے یونیورسٹی والے گھر میں کھانا کھا رہا تھا۔ حضرت بھی کھانے میں موجود تھے۔ سالن میں گوشت کا شوربا تھا۔ ساتھی مہمان نے گوشت والی ہڈی سے دانتوں سے گوشت کھا کر دسترخوان پر رکھ دیا۔ ہڈی پر اب بھی تھوڑا سا گوشت موجود تھا۔ کھانے کے بعد حضرت نے وہ ہڈی اٹھا کر وہ بچا ہوا گوشت کھا لیا۔ اس میں ہم دونوں کے لئے یہ سبق تھا کہ ہڈی پر اس طرح گوشت کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے حساب رزق عطا فرمایا ہوا ہے۔ اس لئے اس کے چھوٹے چھوٹے اور تھوڑے تھوڑے حصوں کی نہ صرف یہ کہ قدر نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات ہم اس کی بے حرمتی تک کر جاتے ہیں۔ کہنے کو تو سب کہتے ہیں کہ رزق کو ضائع نہیں کرنا چاہئے، اس کی قدر کرنی

چاہئےلیکن ہماری آج کی زندگی میں یہ بات محض ایک نظریہ ہوکررہ گئی ہے، جس کا عمل کی دنیا میں کوئی نشان نظرنہیں آتا۔ آج کل ہوٹلوں میں یا ہماری شادیوں کی دعوتوں اور دیگر تقریبات میں جتنا رزق ضائع ہوتا ہے، اس پر حضرت ڈاکٹر صاحب کو اکثر کڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ ان دعوتوں میں کافی مقدار میں اعلیٰ ترین غذائیں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر نظر آتی ہے۔ یقیناً یہ بہت سے خاندانوں کا پیٹ بھرنے کیلئے کافی ہوسکتا ہے۔

ایک طرف ان اکابر کے واقعات کا تصور کیجئے جو چاول کے ایک ایک دانے یا چائے کے ایک گھونٹ یا پانی کے ایک ایک قطرے کو ضائع نہیں ہونے دیتے یا میاں صاحب کے واقعے میں انسانوں سے گزر کر کتے، بلیوں، پرندوں اور چیونٹیوں کی بھی فکر ہے اور دوسری طرف ہمارا یہ حال ہے۔ کتنی بے احتیاطی سے ڈھیر سارا کھانے پینے کا سامان ضائع کر دیتے ہیں۔ کیا ہم تھوڑی سی احتیاط اور دھیان کو کام میں لاکر رزق کی اس بے حرمتی اور اس کو ضائع نہ کرنے کا اہتمام نہیں کرسکتے کہ ہم ایک سنگین انفرادی اور اجتماعی گناہ سے بچ جائیں۔

اسرف کہتے ہیں ضرورت کے کاموں پر ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اور تبذیر کہتے ہیں بلاضرورت خرچ کرنا۔ خانقاہ میں بھی اگر صرف ایک پنکھے یا بتی (بلب) جلانے کی ضروت ہو تو زائد پنکھوں یا بتیوں (بلب) کے جلانے پر خفا ہوتے ہیں۔

وضو میں پانی کا کم سے کم استعمال:

جن مدارس، مساجد اور خانقاہوں میں وضو کرنے کے لئے نل (پائپ) اور نلکے لگے ہوئے ہیں مشاہدہ میں یہ بات آئی ہوئی ہے کہ وضو کے دوران لوگ پانی کا بہت زائد استعمال کرتے ہیں جو کہ اسراف کے زمرے میں آتا ہے اور قیامت کے دن اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ایک دفعہ ہمارے مدرسہ کا ایک طالب علم وضو کر رہا تھا تو لوٹے میں جو پانی بچا وہ ویسے ہی بغیر ضرورت کے اپنے جوتوں پر ڈال دیا حضرت پانی کا یہ ضیاع دیکھ کر بہت خفا ہوئے۔

ایک حکایت

(ڈاکٹر صفدر صاحب، لکی مروت)

یہ جولائی ۲۰۰۵ء کے شروع دنوں کی بات ہے کہ بندہ کو اپنے ہم جماعت ڈاکٹر ساجد صاحب (جو آج کل فوج میں بطور میجر کام کر رہے ہیں) نے فون کیا کہ اُن کے رشتہ دار ماسٹر محمد الیاس صاحب کی بیٹی ایل آر ایچ (جرنیلی ہسپتال) کے نیوروسرجری آئی سی یو (انتہائی نگہداشت کے وارڈ) میں داخل ہے، آپ ان کے پاس جائیں اور ان کی مدد و رہنمائی کریں۔ میں ان دنوں کالج کی گرمیوں کی چھٹیوں کی وجہ سے گھر جاتے ہوئے راستے میں اپنے بھائی ڈاکٹر ناصر کے پاس لیڈی ریڈنگ ہسپتال کے ہاؤس جاب والے ہاسٹل میں ایک رات گزارنے کے لئے رکا تھا۔ میں ساجد کے فون کے بعد نیوروسرجری آئی سی یو چلا گیا، جہاں بچی کے والد محمد الیاس صاحب اور چچا ابرار صاحب کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ کچھ عرصہ پہلے (تقریباً ایک مہینہ قبل) نیوروسرجن ڈاکٹر ممتاز علی نے مریضہ کا معائنہ کرنے کے بعد بتایا تھا کہ بچی کے دماغ میں رسولی ہے۔ اس زمانے میں چونکہ پشاور میں Sterotactic Biopsy (ایک خاص قسم کی بائیآپسی جس میں دماغ کے خلیوں کو کم سے کم نقصان پہنچتا ہے) کی سہولت موجود نہیں تھی، لہٰذا انہیں ایوب تدریسی ہسپتال ایبٹ آباد کے نیوروسرجری ڈیپارٹمنٹ بھیج دیا گیا۔ بچی کے والدین نے اس دوران اسلام آباد میں ایک ہومیو پیتھک ڈاکٹر سے علاج شروع کروا دیا اور ایبٹ آباد نہیں لے کر گئے۔ اس علاج کے دوران بچی بے ہوش ہوگئی تو وہ بچی کو دوبارہ لیڈی ریڈنگ ہسپتال لے آئے۔

وہ مجھے یہ ساری تفصیلات بتا رہے تھے کہ ڈاکٹر ممتاز صاحب مریضوں کا معائنہ کرنے آگئے۔ انہوں نے بچی کو دیکھا جو کہ گہری بے ہوشی میں تھی۔ پچھلا ریکارڈ جو دیکھا تو غصے میں کہا

کہ اب اس لاش کو میرے پاس کیوں لائے ہو؟ واپس گھر لے جا کر اس کی موت کا انتظار کرو۔
وہ تو یہ کہہ کر دوسرے مریض کی طرف بڑھ گیا اور بچی کے والد اور چچا بے بسی کی تصویر بنے
کھڑے رہ گئے۔ بچی کے والد صاحب بہت پریشان تھے، کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں۔
بالآخر مشورے کے بعد بچی کو ایبٹ آباد لے جانے کا فیصلہ کیا۔ بندہ گاؤں چلا گیا اور وہ لوگ بچی
کو ایبٹ آباد لے گئے۔ نیوروسرجن ڈاکٹر ساجد نذیر بھٹی صاحب کو کلینک میں دکھایا۔ انہوں نے
معائنہ کے بعد ایوب تدریسی ہسپتال میں آئی سی یو میں داخل کیا اور علاج شروع کردیا۔

میں جب چھٹیوں کے بعد ایبٹ آباد آیا تو یہ بچی ہسپتال میں داخل تھی۔ بچی کے دماغ
کے اردگرد اور اندر موجود پانی (Cerebro-spinal Fluid) کا دباؤ بہت بڑھ گیا تھا اس لئے
ڈاکٹر چاہتے تھے کہ ایک چھوٹے پائپ کے ذریعے دماغ کے پانی کو پیٹ تک لائیں جس کو
میڈیکل کی اصطلاح میں Ventriculo-peritoneal shunt کہتے ہیں اور رسولی سے ٹیسٹ
کے لئے بائیآپسی بھی لے لیں گے۔ بچی کے والد اور چچا جب ہاسٹل کی مسجد میں نماز پڑھنے گئے تو
وہاں اسلام آباد سے ایک تبلیغی جماعت آئی ہوئی تھی۔ جماعت کے امیر ایک ہومیوپیتھک ڈاکٹر
تھے۔ ہمارے تبلیغ والے ساتھی اس کے علاج کی بہت تعریف کرنے لگے کیونکہ وہ اپنے بیان میں
کہا کرتا کہ میرے علاج سے ہیپاٹائٹس بی، سی اور سروسز (Cirrhosis) تک کے مریض ٹھیک
ہوئے ہیں۔ لڑکی کے چچا نے مجھے بتایا کہ ہم پشاور لیڈی ریڈنگ ہسپتال کے بعد بچی کو اسی ڈاکٹر
کے پاس لے گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ وہ استخارہ کرنے کے بعد مریض کا علاج شروع
کرتے ہیں، پھر اگلے دن انہوں نے بتایا کہ میں علاج شروع کرتا ہوں۔ انھوں نے ڈیڑھ مہینے
کی دوائی دی اور ساتھ یہ شرط بھی رکھی کہ گھر کا کوئی ایک فرد تبلیغی جماعت کے ساتھ جائے گا۔ اس
ہومیو پیتھک ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی بتایا تھا کہ اس کے برطانیہ اور جرمنی میں بھی کلینک ہیں لہٰذا
وہ ڈیڑھ مہینہ اسلام آباد والے کلینک میں موجود نہیں ہوں گے لہٰذا آپ لوگ یہ علاج جاری رکھیں

گے اور کسی دوسرے ڈاکٹر سے علاج نہیں کروائیں گے۔ ان باتوں سے میرا ماتھا ٹھنکا کہ وہاں کلینک میں جرمنی اور برطانیہ کا جھوٹ بول کر یہاں ایبٹ آباد آیا ہوا ہے۔

مصیبت اور تکلیف میں بندہ تنکے کا بھی سہارا ڈھونڈتا ہے لہٰذا بچی کے والد اور چچا دوبارہ اس ہومیو ڈاکٹر سے بچی کے علاج کے سلسلے میں مشورہ کرنا چاہتے تھے۔ ان لوگوں کی خواہش کو دیکھ کر میں نے بھی بادلِ ناخواستہ کہہ دیا کہ مل لیں۔ بچی کے چچا اور والد ڈاکٹر ساجد کو ساتھ لے کر ظہر کی نماز کے بعد اس سے ملے اور پوری تفصیل بتائی۔ ہومیو ڈاکٹر نے بڑی ڈھٹائی سے بچی کے والد اور چچا کو خوب جلی کٹی سنائیں اور کہا کہ یہ آپ لوگوں کے تبلیغ پر نہ جانے کی وجہ سے بچی بے ہوش ہوئی ہے۔ ڈاکٹر ساجد نے کہا کہ اب جو ہونا تھا وہ تو ہوگیا آپ مہربانی کر کے دوبارہ علاج شروع کر دیں۔ اس نے کہا کہ اس طرح تو میں علاج شروع نہیں کر سکتا، میں استخارہ کر کے کل بتاؤں گا کہ علاج شروع کرنا ہے یا نہیں۔ اگلی صبح جب بچی کے والد اور چچا اس کے پاس گئے تو اس نے بتایا کہ مجھے خواب میں اشارہ ملا ہے کہ علاج شروع کر لیں لیکن شرط یہ ہے کہ بچی کے والد اور چچا میں سے کوئی ایک چار مہینے کے لئے تبلیغ میں جائے گا ورنہ بچی کی جان کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے۔ وہ پریشان حال میرے پاس آئے کہ ہم دونوں تو پچھلے ایک ماہ سے بچی کے ساتھ ہیں ایک دن کو ساتھ ہوتا ہے اور دوسرا رات کو، اب ہم کس طرح تبلیغ پر جائیں؟ اور ہمیں ڈر بھی ہے کہ اگر نہ جائیں تو کہیں خدانخواستہ بچی مر جائے۔ میں نے ان کو سمجھایا کہ ایسی کوئی بات نہیں، زندگی موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور تبلیغ پر جانا کوئی فرض تو ہے نہیں، آپ کے لئے اس وقت مریض کی تیمارداری زیادہ ضروری ہے۔ لیکن اس کے باوجود بچی کا چچا بادلِ نخواستہ اسی جماعت کے ساتھ چار مہینے کے لئے نکل گیا۔ بچی کی خدمت کے لئے گاؤں سے ایک اور رشتہ دار کو بلا لیا۔

اسی دوران میں سلسلے کے ماہانہ اجتماع کے لئے پشاور آ گیا۔ ان لوگوں کے ایک مہینے

قیام کے دوران میں نے ان کے ساتھ سلسلے کا تعارف کرایا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ کی شخصیت اوران کے ملفوظات ان کے سامنے بیان کرتا رہا تھا۔ بنا بریں ان کی ایک غائبانہ عقیدت حضرت جی کے ساتھ پیدا ہوگئی تھی۔ پشاور کے لئے آتے ہوئے بچی کے چچا نے حضرت صاحب سے بچی کے لئے کوئی روحانی عمل پوچھنے کی درخواست کی۔ ساتھ ڈاکٹر ساجد بھٹی صاحب نے تبلیغ پر جانے کے سلسلے میں بھی حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ کے سامنے پوری بات رکھنے کا کہا کہ پھر جیسے وہ فرمائیں اس پر عمل کیا جائے۔ بندہ نے پورا واقعہ حضرت جی کو سنایا جو انہوں نے کمال شفقت فرما کر سن لیا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب تفصیلات سن کر حیران رہ گئے اور فرمایا کہ فی الحال ابرار صاحب تبلیغ میں تین دن لگا کر واپس مریضہ کی خدمت کے لئے آجائے۔ زندگی ہوتو تبلیغ میں پھر بھی جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ فرمایا کہ گھر کے سارے افراد سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۷۴ کا ٹکڑا وَ اِنَّ مِنۡهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخۡرُجُ مِنۡهُ الۡمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا یَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡیَةِ اللّٰهِ ؕ ہر نماز کے بعد سات بار پڑھیں، اوّل و آخر درود شریف پڑھیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہٗ اکثر وظائف پانچ وقت کی نماز کے بعد تلقین فرماتے ہیں کیونکہ پنج وقتہ نماز بذات خود دنیاوی و اُخروی مصائب سے نجات کا قوی روحانی سبب ہے۔ حضرت نے پانی بھی دم کر کے دیا اور فرمایا کہ اللہ پاک خیر کرے گا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ پورا واقعہ لکھ کر رائے ونڈ حاجی عبدالوہاب صاحب کو بھیجو تا کہ وہ اس طرح کے لوگوں کا بندوبست کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ کسی کو چالیس دن یا چار ماہ کے لئے نکالنے کا گُر سیکھ لینا تبلیغ نہیں ہے بلکہ تبلیغ تو اپنے نفس کی اصلاح کی فکر اور دوسروں کی اطلاع اور اللہ کی رضا کی نیت کو کہتے ہیں۔ (بندہ نے حسبِ حکم پورا واقعہ لکھ کر رائیونڈ بھیج دیا، اس ہومیو ڈاکٹر کا نام بھی لکھا لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ میں نے جب حضرت جی سے تبلیغی اکابر کا خطوط کے جواب نہ دینے کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ خیر ہے، کم از کم ایک بات ان کے سامنے آتو گئی)

اس کے بعد میں وہ دم کیا ہوا پانی لے کر ایبٹ آباد واپس گیا اور پوری بات ان کے سامنے رکھ دی۔ جب بچی کا چچا ابرار صاحب تین دن گزارنے کے بعد واپس آنے لگا تو اس ہومیوڈاکٹر نے ان کو بڑا ڈرایا کہ میں علاج نہیں کروں گا اور بچی کے نقصان کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے۔لیکن اس دفعہ وہ اس کی باتوں میں نہ آیا۔جب وہ واپس آنے لگا تو اس ڈاکٹر نے ان سے مصافحہ بھی نہیں کیا۔اس دوران بچی کی بائیآپسی کیلئے رسولی کا ٹکڑا لیا گیا اور Ventriculo-peritoneal shunt بھی بنا دیا گیا۔رپورٹ میں دماغ کے ایک قسم کے کینسر (Low grade Glioma) کی تشخیص ہوئی۔ڈاکٹروں نے کہا کہ یہ دماغ میں ایسی جگہ پر ہے جو بہت نازک ہے اور آپریشن کے ذریعے اس کو نکالنے میں کافی خطرہ ہے اس لئے آپریشن کی بجائے شعاؤں سے علاج شروع کرتے ہیں تاہم وہ زیادہ کامیاب نہیں۔ڈاکٹر علاج سے مایوسی کی باتیں کرتے تھے۔بہرحال شعاؤں سے علاج شروع کر دیا گیا اور گھر والے پابندی سے وہ آیت شریفہ پڑھ رہے تھے اور دم کیا ہوا پانی بھی پلا رہے تھے۔بچی نے تھوڑی تھوڑی حرکت شروع کر دی۔اس دوران باڑہ گلی میں سلسلے کا اجتماع ہوا۔بچی کا والد بھی میرے ساتھ اجتماع پر چلا گیا اور دوبارہ حضرت ڈاکٹر صاحب سے پانی دم کروالیا۔بچی کی حالت روز بروز بہتر ہو رہی تھی۔آنکھیں کھولنا اور آواز کا جواب دینا شروع کیا اور ہسپتال سے اخراج (Discharge) ہونے سے پہلے چلنا بھی شروع کر دیا۔تقریباً اڑھائی مہینے بچی ہسپتال میں داخل رہی۔گھر جانے کے بعد بچی کی حالت میں بہتری آتی گئی اور اب صرف ایک پاؤں میں معمولی سی لنگڑاہٹ کے علاوہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔بچی کی دادی بوڑھی تھیں، انہوں نے ہر نماز کے بعد آیت کا صرف سات کی بجائے سات سو (۷۰۰) دفعہ پڑھنا سن لیا تھا اور اسی طرح پڑھتی رہی تھیں۔جب میں نے حضرت ڈاکٹر صاحب سے اس کا ذکر کیا تو مسکرا کر فرمایا کہ انہوں نے تو پوری توپ لگا رکھی تھی۔سچ ہے اللہ پاک نے روحانی اعمال اور بزرگوں کی دعاؤں میں بہت تاثیر رکھی ہے۔

چین سے ایک خط

(جناب حافظ زبیر صاحب، پی ایچ ڈی سکالر، ہانگجو، چین)

(نوٹ: حافظ زبیر صاحب سلسلے کے اہم کارکن ہیں، ہر سال خانقاہ میں تراویح میں قرآن سنایا کرتے تھے۔اس رمضان میں ہمارے ساتھ نہیں ہیں کیونکہ وہ پی ایچ ڈی کے لئے چین چلے گئے ہیں۔پی ایچ ڈی سکالرز کے ذریعے مختلف باہر ممالک میں ہمارا سلسلہ منتقل ہوا۔چنانچہ حافظ صاحب نے اس دفعہ چین میں قرآن مجید سنانے کا بندوبست کیا۔۱۲ آدمی نماز میں شامل ہوتے ہیں۔یہ حضرات جمعے کا بندوبست بھی کرتے ہیں اور سلسلے کی تعلیم کو بھی جاری کئے ہوئے ہیں اللہ کا شکر ہے کہ جس ملک میں سرکاری طور سے مذہب کو بھرپور طور سے نظر انداز کیا جاتا ہے وہاں اللہ کا کلام سنانے کا بندوبست ہو رہا ہے۔ادارہ)

الحمدللہ! سلسلے کی برکات ہیں، پی ایچ ڈی سکالرشپ ملنے کی وجہ سے چین کی ایک مشہور یونیورسٹی میں داخلہ ملا ہے۔اس کا نام زیجیانگ یونیورسٹی ہے اور اس کا شمار دنیا کی سو (۱۰۰) بہترین یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے۔میرا اقیام ہانگجو شہر میں ہے اور یہ چین کا ایک جدید اور خوبصورت شہر ہے۔ پورا شہر بلند و بالا عمارتوں سے بھرا ہوا ہے اور صاف ستھرا ہے۔نہ آلودگی ہے اور نہ ہی کوئی شور و غل۔ یہاں کے لوگ سادہ اور اچھی طبیعت کے مالک ہیں۔اگر ان سے کوئی بات پوچھیں یا مدد مانگیں تو بڑی خوشی سے مدد کرتے ہیں۔صبح سویرے جاگتے ہیں، ورزش شوق سے کرتے ہیں اور پھر کاموں کے لئے چلے جاتے ہیں۔بڑے محنتی ہیں۔حکومت کی طرف سے پابندی ہے کہ مردوں اور عورتوں سب نے کام کاج کرنا ہے اور ملکی ترقی کو آگے لے جانا ہے۔تمام لوگ وقت پر کھانا کھاتے ہیں۔دن کو گیارہ بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک کھانا کھاتے ہیں اور مغرب کو پانچ بجے سے ساڑھے چھ بجے تک کھانا کھاتے ہیں۔سالہا سال سے ان کا یہی دستور ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم وقت پر کھانا نہ کھائیں تو ہم ٹھیک نہیں رہیں گے۔وہ کہتے ہیں کہ زمین پر ہر جاندار کا کھانا ہمارے

لئے جائز ہے اور اس کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ پچھلے وقتوں میں چین میں بہت سخت قحط سالی آئی تھی جس میں وہاں کے باشندے اس بات پر مجبور ہو گئے کہ جو کچھ ملے بس کھاؤ، یہاں تک کہ سانپ، بچھو اور کیڑے مکوڑے تک کھانا شروع کئے اور یہ روایت اب تک قائم ہے۔ ان کی ثقافت میں یہ بھی ہے کہ اگر ہم پانی کے ساتھ بیٹھیں اور اس کے ساتھ وقت گزاریں تو اس سے ہمیں قوت ملے گی۔

چین کی زبان کے حروف تہجی نہیں ہیں۔ بس ہر ایک چیز کے لئے ایک یا کئی الفاظ کہہ لیں یا نقشے ہوتے ہیں۔ جیسے کتاب، کتاب کو چینی زبان میں ''شو'' کہتے ہیں اور اس پورے لفظ کی لکھائی انگریزی کے حرف F (ایف) کی طرح ہے۔ چین کی زبان کے یہ الفاظ مختلف شاہی ادوار میں وجود پذیر ہوئے اور زندگی کے مختلف واقعات سے ان کا تعلق بتایا جاتا ہے۔ اس میں سے تقریباً سات ہزار (۷۰۰۰) الفاظ روزمرہ زندگی میں استعمال ہوتے ہیں جبکہ مجموعی تعداد چالیس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ان باقی الفاظ کا تعلق قدیم چینی زبان سے ہے جو کہ ہانگ کانگ میں بولی جاتی ہے جبکہ چین میں جدید زبان بولی جاتی ہے۔

چین کے لوگوں کا اپنا روایتی سال جنوری یا فروری کے مہینوں میں شروع ہوتا ہے۔ اسے بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو انہیں چیزوں سے خوش کرتے ہیں۔ اگر لوگوں کو دیکھیں تو بس صرف مشینوں کی طرح صبح سے شام تک کام کرتے ہیں۔ نہ رشتوں کو نبھانا ہے اور نہ کوئی احساسات و جذبات۔ لڑکا اور لڑکی بالغ ہونے کے بعد اپنے لئے خود ہی ساتھی تلاش کرتے ہیں اور لڑکیوں سے والدین کہتے ہیں کہ پچیس سال سے پہلے شادی کرلو ورنہ پھر تمہارے لئے مشکل ہوگی۔ حکومت کی طرف سے پابندی ہے کہ لڑکا اور لڑکی اپنی مرضی سے شادی کریں گے والدین کی رضامندی سے نہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ طلاق کی شرح انتالیس فیصد تک پہنچ گئی اور روز بروز بڑھ رہی ہے کیونکہ والدین کے تجربے کے مقابلے میں نوعمروں کے جذبات کام کررہے ہیں۔

چین ایک ترقی یافتہ ملک ہے اور مالی لحاظ سے کافی طاقتور ہے۔عوام کی سہولت کے لئے ہر ممکنہ کوشش کی جاتی ہے۔حکومت کی طرف سے خوراک کی اشیاء،لباس اور روزمرہ زندگی میں استعمال ہونے والی اشیاء کی کافی کم قیمتیں رکھی گئی ہیں۔مواصلات کا سارا نظام بجلی سے چلتا ہے۔عوام کی سفری سہولیات میں شہر کے اندر بسیں بجلی سے چلتی ہیں۔زیر زمین پانچ منزلہ ریل گاڑی کا انتظام بجلی سے چلتا ہے۔سارے شہر میں فٹ پاتھوں پر سائیکلیں کھڑی ہوتی ہیں۔آپ اپنے موبائل میں انٹرنیٹ کے ذریعے سے سائیکل میں لگے ہوئے کوڈ کے لئے پیسے ادا کریں اور جہاں تک مرضی ہو وہاں تک لے جائیں اور چھوڑ دیں۔کھانا پکانے کا سارا نظام بھی بجلی سے منسلک ہے۔چین کی آبادی بہت زیادہ ہے۔تمام کام اور نظام اتنے سلیقے سے ہو رہے ہوتے ہیں کہ بندہ حیران ہو جاتا ہے۔وہاں پر جیب میں پیسے رکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔موبائل فون انٹرنیٹ کے ذریعے سے بینک اکاؤنٹ سے منسلک ہوتا ہے جہاں بھی خریداری کریں موبائل سے ادائیگی کر دیں۔جھوٹ اور دھوکہ دہی نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ ہر ایک چیز کافی منظّم ہے اور ریکارڈ ہوتی ہے۔ہر جگہ کیمرے لگے ہوئے ہیں اور کوئی بھی غلط کام کرنا ممکن نہیں ہوتا لہٰذا خوفِ خدا اور آخرت کی جواب دہی کی بجائے قانون کی سخت گیری جھوٹ اور دھوکہ دہی کو روکنے کا باعث ہے۔چین نے اپنی ساری ترقی امریکہ اور یورپ کو دیکھ کر کی ہے۔چین کے لوگوں نے امریکہ اور یورپ جا کر وہاں سے علوم حاصل کئے اور اپنے ملک میں اس کو لاگو کر کے یہ مقام حاصل کیا ہے کہ آج ہر لحاظ سے چین امریکہ اور یورپ سے بہتر ہے۔

چین میں مختلف مذاہب کے لوگ ہیں جن میں بدھ مت،عیسائی،مسلمان،کنفیوشسٹ اور ملحدین شامل ہیں۔حکومت کی طرف سے اجازت یافتہ عبادت گاہوں کے علاوہ کہیں اور مذہبی سرگرمیوں کی اجازت نہیں ہے۔تبلیغی سرگرمیوں پر مکمل پابندی ہے۔چین میں مسلمانوں کی آبادی پاکستان کی آبادی سے زیادہ ہے۔چین کے مسلم صوبے سنکیانگ میں حکومت کی طرف سے مسلمانوں

کے ساتھ حال ہی میں بہت بدسلوکی کی گئی جس میں ان سے قرآن پاک کے نسخے لے لئے گئے اور انہیں نمازوں اور روزوں سے منع کیا گیا۔ غیر ملکی مسلمان جتنے بھی چین میں رہتے ہیں انہیں بھی اپنے کمروں سے باہر مذہبی رسومات کی اجازت نہیں۔

چین جا کر جس بات کا بہت اچھی طرح اندازہ لگا وہ یہ ہے کہ ہم مسلمان اسلام سے خود ہی خوفزدہ ہیں اور اسلام کی عزت اور حفاظت بالکل صحیح معنوں میں نہیں کر رہے۔ الحمدللہ! باقی اسلامی ملکوں کے طالبعلموں کی بہ نسبت پاکستانیوں میں نمازوں اور جماعت کی پابندی زیادہ ہے۔ تبلیغ والے ساتھی چھپ کر تبلیغ بھی کرتے ہیں اور مختلف ہاسٹلوں میں چھپ کر جماعت کی نماز کی پابندی کرنے والے بھی پاکستانی ہی ہیں۔ وہاں جا کر ہمارے لوگوں کو پتا نہیں کیا ہو جاتا ہے کہ چین والوں کی چال ڈھال کو اپنا لیتے ہیں۔ اسی طرح کے کپڑے بھی ہر وقت پہنتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ ان لوگوں میں ان کی طرح رہو گے تو پتا نہیں چلے گا حالانکہ چین کے لوگ اس بات کو خوشی سے دیکھتے ہیں کہ بیرونی ممالک کے لوگ اپنی روایات اور ثقافت میں ملبوس ہو کر آئیں۔ حضرت صاحب کے مشورے سے میں ہر وقت اپنی شلوار قمیض اور ٹوپی پہنے وہاں وقت گزارتا ہوں جس کو دیکھ کر چین کے لوگ خوش ہوتے ہیں۔ آج تک چین کے کسی بندے یا انتظامیہ نے مجھے نہیں کہا کہ پتلون پہنو مگر افسوس اپنے پاکستانیوں نے اس بات پر کافی زور دیا ہے۔ ہمیں ایک مقالے پر کام کرنے کے لئے کہا گیا جس میں ہم پانچ بندے تھے، جن میں سے ایک سپین کی عیسائی لڑکی بھی شامل تھی۔ شروع میں وہ جب بھی مجھ سے بات کرتی تو مجھے ہاتھ لگا کر یا چھو کر بات کرتی تھی۔ ایک دو دفعہ کرنے کے بعد میں نے اس سے کہا کہ میں مسلمان ہوں اور یہ ہمارے لئے ناجائز ہے کہ غیر محرم سے ہاتھ ملائیں یا چھو کر مخاطب ہوں۔ اس نے کہا کہ میں آپ کو بہت اچھا سمجھتی ہوں کیونکہ آپ ہر وقت اپنا روایتی لباس پہنتے ہیں اور سر پر ٹوپی ہوتی ہے۔ ہمارے یہاں اس طرح کے لوگوں کو تعظیم کی نیت سے چھوا جاتا ہے اور میں بھی تعظیم کی وجہ سے اس طرح کرتی ہوں۔ پھر اس نے مجھے ایک تصویر دکھائی جس

میں ایک پادری ٹوپی پہنے ہوئے تھا اور لوگ اس کے ارد گرد جمع تھے اور اس کو چھو رہے تھے۔

الحمدللہ! سلسلے کی برکات اور حضرت صاحب کی راہنمائی کی وجہ سے یہاں کافی عزت ملی ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ پاک مزید کامیابیاں نصیب فرمائے۔ (آمین)

(صفحہ ۱۹ سے آگے) آپ کو ثبوت کی ضرورت ہے۔ ایک آدمی آدھی رات کو مسجد جا رہا ہو تہجد پڑھنے کے لئے اور دوسرا جا رہا ہو چوری کرنے کے لئے اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھیں تو چور سوچتا ہے کہ تمہاری طرح یہ بھی ہمت والا آدمی ہے، اکیلے تم ہی باہمت نہیں ہو، دوسرا بھی نکلا ہے چوری کرنے جبکہ تہجد والا سوچتا ہے کہ ایک تم ہی نہیں ہو محنت مجاہدہ کرنے کے لئے بلکہ وہ دوسرا آدمی بھی تہجد کے لئے جا رہا ہے۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆

نعتیہ اشعار

(حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ)

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے　　نقش روئے محمد بنایا گیا
پھر اسی نقش سے لے کے کچھ روشنی　　بزمِ کون و مکاں کو سجایا گیا
وہ محمد بھی احمد بھی محمود بھی　　حسن مطلق کا شاہد بھی مشہود بھی
جس کی خاطر یہ دنیا بنائی گئی　　جس کے ہاتھوں پہ کوثر لٹایا گیا

اعلان

رمضان کا سنت اعتکاف ۵ جون منگل کا دن گزر کر بدھ کی رات کو پشاور خانقاہ میں شروع ہوگا۔ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی آمد کی اطلاع دے کر اپنی جگہ مخصوص کروائیں۔